برصغیر میں صوفیانہ شاعری کے اثرات

ایک تجزیاتی مطالعہ

ڈاکٹر مقبول حسن گیلانی
ایسوسی ایٹ پروفیسر اسلامیات، ایجوکیشن یونیورسٹی، ملتان کیمپس، ملتان

IMPACTS OF SUFIC POETRY IN SUB CONTINENT

AN ANALYTICAL STUDY

Maqbool Hasan Gilani, PhD
Associate Professor Islamic Studies,
University of Education, Multan Campus, Multan

Abstract

The article critically evaluates the sufic poetry of Sufis like Baba Farid, Bulley Shah, Shah Husain, Sultan Bahoo, Mian Muhammad Bukhsh and Khawja Farid. It explores how their poetry played a significant role not only in imparting knowledge, awareness and self discovery in the sub-continental people but also helped them to get freedom from the British. They used the medium of poetry to explain and interpret religion. They employed simple and clear diction in their poetry. The use of common, comprehensible metaphors and symbols make their poetry popular and appealing. They spread the message of love, harmony and peaceful coexistence.

Keywords:

بابا فرید، سلطان باہو، میاں محمد بخش، خواجہ فرید، امن، اثرات، صوفی،
بلھے شاہ، شاہ حسین، برصغیر

برصغیر مردم خیز دھرتی ہے جہاں بہت سے اولیائے کرام اور صوفیائے عظام نے جنم لیا۔ ان بندگان خدا نے علم و عرفان کے ایسے چراغ روشن کیے جن کی تابانی صدیوں پر محیط ہے۔ صوفیا کی شاعری نیکی اور اعلیٰ انسانی اقدار کی علامت ہے جس کا ایک ایک مصرعہ محبت اور مروت کا نمونہ ہے۔ اپنے وطن اور بنی نوع انسان سے ان کی محبت مثالی ہے۔ ان کے قول و فعل میں تضاد نہیں ہے۔ ان کی شاعری میں محبت اور رواداری کا درس ہے۔ ان کا آفاقی پیغام یہ درس دیتا ہے: جمع نہ کرو، طمع نہ کرو اور منع نہ کرو۔ یہ بزرگ ہستیاں اگر چہ آج ہمارے درمیان موجود نہیں ہیں مگر اپنی آفاقی شاعری کے ذریعے زندہ ہیں۔ اپنی شاعری کی روشنی میں وہ آج کے سماجی حالات سے صدیوں آگے نظر آتے ہیں۔ ان میں مستقبل شناسی کی صلاحیت موجود تھی۔ زندگی کا کوئی شعبہ ایسا نہیں جس کا ذکر صوفیا نے اپنے کلام میں نہ کیا ہو۔

بابا فرید مسعود گنج شکر کا شمار ان صوفیا میں ہوتا ہے جنھوں نے برصغیر کے لوگوں پر اپنے عمل اور شعر سے گہرے اثرات مرتسم کیے۔ آپ کے کلام کی پختگی اور ہمہ گیری کا ثبوت اس بات سے ملتا ہے کہ آپ کا کلام سکھوں کی مذہبی کتاب گرنتھ صاحب کا حصہ ہے۔ حافظ محمود شیرانی (۱) اور مولوی عبدالحق (۲) نے بابا فرید کو اردو کا جب کہ مسعود حسن شہاب (۳) نے آپ کو پنجابی کا پہلا شاعر قرار دیا ہے۔ آپ کی تبلیغ سے غیر مسلموں کی ایک بڑی تعداد مشرف بہ اسلام ہوئی۔ (۴) برصغیر والوں نے بابا فرید کی شاعری کے گہرے اثرات قبول کیے۔ ملاحظہ ہو:

فریدا جے توں عقل لطیف، کالے لکھ نہ لکھ اپنے گریوان میں، سر نیواں کر ویکھ (۵)

بابا فریدؒ اپنے اس شلوک میں خود احتسابی کا درس دیتے ہوئے اپنے آپ سے مخاطب ہیں کہ اگر تجھے عقل مند ہونے کا دعویٰ ہے تو اپنے اعمال دیکھ اور اپنے گریبان میں جھانک۔ یعنی انسان کا ظاہر اور باطن ایک ہونا چاہیے۔ صوفیائے کرام کے اس فلسفے نے برصغیر کے لوگوں کو قول و فعل میں تضاد سے بچنے پر مائل کیا۔ خانقاہوں اور مسجدوں میں آنے والے لوگ اپنے اعمال سنوارنے اور فکر آخرت میں منہمک ہو گئے:

فریدا میں نوں منج کر، نکی کر کر کٹ بھرے خزانے رب دے جو بھاوے سو لٹ (۶)

بابا فرید گنج شکرؒ اس شلوک میں اپنی 'میں' کو مارنے اور اس کے نتیجے میں حاصل ہونے والے فوائد کا ذکر کرتے ہوئے کہتے کہ اگر انسان میں غرور اور تکبر آ جائے تو یہ اس کی بد قسمتی ہوتی ہے۔غرور اور تکبر کو اللہ تعالیٰ پسند نہیں فرماتا۔صوفیانہ شاعری میں عاجزی اور انکساری کی تلقین ہوتی ہے۔اللہ تعالیٰ عاجز بندے کے لئے اپنی رحمت کے خزانے کھول دیتا ہے۔ دنیا کی بے ثباتی اور فکر آخرت کو بھی صوفیانہ شاعری میں اہم مقام حاصل ہے:

رکھی سکھی کھائے کے ٹھنڈا پانی پی فریدا ویکھ پرائی چوپڑی نہ ترسائیں جی (۷)

اس شلوک میں بابا فرید کہتے ہیں کہ اوروں کی چکنی چپڑی پر جی للچانا نہیں چاہئے بل کہ جو کچھ اپنے پاس موجود ہو اس پر قناعت کرنی چاہیے۔

بابا فریدؒ کا شمار قدیم صوفی شعرا میں ہوتا ہے۔ان کی شاعری میں تصوف،عرفان اور حقیقت کے موضوعات بیان ہوئے ہیں۔انسان کا دکھ یا زندگی میں اس کو ملنے والا دکھ ان کی شاعری کا سب سے بڑا استعارہ ہے۔بابا فرید کو زندگی کا ہر لمحہ اور ہر پہلو رنج و الم میں ڈوبا دکھائی دیتا ہے۔ان کا بیان کردہ درد و الم وہ ہے جو با شعور زندگی کی گہری اور بڑی حقیقت ہے۔انسانی خواہشات کا بے لگام رہنا یا انہیں ختم کرنا، ان سے بچتے رہنا اور محبوب حقیقی کے سامنے سرخرو ہونا اور وہاں تک رسائی حاصل کرنے کے مختلف صوفیانہ موضوعات کو جس جس انداز سے بابا فرید نے اپنے کلام میں پیش کیا ہے یہ انہی کا خاصہ ہے۔شعری محاسن کے لحاظ سے دیکھا جائے تو ان کی استعمال کردہ علامتیں، تشبیہات اور استعارے ایسے ہیں جو بہت متاثر کن ہیں۔یہی وجہ ہے ان کے کلام نے نہ صرف مسلمانوں بل کہ ہندوؤں کو بھی متاثر کیا اور ان کا کلام سکھوں کی مذہبی کتاب میں بھی شامل ہے:

فریدا شکر،کھنڈ،نوات،گڑ ماکھیوں، ماجھا دودھ سبھے وستوں مٹھیاں ، رب نہ پُجّن تدھ!

برصغیر کے صوفی شعرا میں شاہ حسینؒ کا مقام بہت بلند ہے۔آپ کی شاعری میں سچا جذبہ، گہرا احساس اور رفعت فکر مل جل کر ایسی کیفیت پیدا کرتے ہیں جس سے ان کی شاعری دلوں پر نقش ہو جاتی ہے۔میٹھا لہجہ جس میں درد اور سوز رچا ہو ہر دل کو بھاتا ہے اور عاجزی اور انکساری بھی دل میں اترتی ہے۔

آپ کے کلام نے بھی برصغیر کے لوگوں پر اہم اثرات مرتب کیے ہیں۔مثال کے طور پر دیکھیے:

ربا میرے حال دا محرم توں اندر توں ہیں باہر توں ہیں روم روم وچ توں
توں ہیں تانا توں ہیں بانا سبھ کجھ میرا توں کہے حسین فقیر سائیں دا، میں ناہیں سب توں (۸)

ان اشعار کا کمال ہے کہ برصغیر کے لوگ آج بھی اللہ تعالیٰ اور رسول کریم ﷺ سے سب سے زیادہ محبت کرتے ہیں۔شاہ حسین نے کافی کی بنیاد رکھی اور تصوف کے موضوع کو آگے بڑھایا۔ان کا خاص حوالہ وہ علامتیں ہیں جو انھوں نے صوفیانہ فلسفے کو آگے بڑھانے کے لئے شاعری میں استعمال کیں۔چرخہ اور اس کے لوازمات، ہیر اور رانجھا کی اصطلاح بھی آپ نے متعارف کروائی۔شاہ حسین نے اعمال کو ہی اللہ تعالیٰ کی قربت کا ذریعہ بتایا ہے۔اشعار ملاحظہ ہوں:

عملاں دے اُپر ہوگ نبیڑا کیا صوفی کیا بھنگی جو رب بھاوے سوائی تھیسی سائی بات ہے چنگی
آپے ایک کہاوے صاحب ہے بہوں رنگی کہے حسین سہاگن سوای جو شوہ کے رنگ رنگی (۹)

شاہ حسین کی کافیوں میں معرفت کے ایسے خزانے ہیں جو انسان کو آخرت کی منزل حاصل کرنے میں معاون ہیں۔زبان کے حوالے سے شاہ حسین کی شاعری میں جو مٹھاس ہے وہ پڑھنے اور سننے والے کو متاثر کرتی ہے۔صوفی کا پیام امن ہوتا ہے۔وہ محبت کی بات کرتا ہے لوگوں کو ساتھ ملانے کی بات کرتا ہے۔برصغیر کے لوگ صوفی شعرا کے کلام کی وجہ سے ایک دوسرے کے قریب آئے۔تنگ نظری اور فرقہ پرستی کا خاتمہ ہوا۔

شاہ حسین کی شاعری کا اہم عنصر موسیقیت ہے۔ان کے کلام کی چاشنی اور سادگی نے برصغیر کے لوگوں کو بہت متاثر کیا۔وہ اسلام کے قریب آئے۔اسلام کی آفاقی تعلیم سے براہ راست متاثر ہوئے۔خاص طور پر یہ اشعار دیکھیں:

مائے نی میں کینوں آکھاں درد وچھوڑے دا حال دکھاں دی روٹی سولاں دا سالن آہیں دا بالن بال
جنگل بیلے پھراں ڈھونڈیندی اجے نہ پایو لال کہے حسین فقیر نمانا شوہ ملے تاں تھیواں نہال (۱۰)

ان اشعار میں شاہ حسین نے تصوف میں سلوک کی منازل کا ذکر کیا ہے۔پہلی منزل خود شناسی ہے جسے فنائی الذات کہا جاتا ہے۔آپ کے کلام میں بیان کردہ عاجزی اور انکساری دل میں اتر جاتی ہے۔آپ کا کلام دلوں پر اثر کرتا ہے۔اس لیے اس دھرتی کے لوگ اس سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے،نتیجتاً لوگ شیر وشکر ہوئے اور آپ کی شاعری کے سوزو گداز سے متاثر ہوئے:

آکھنی مائے،آکھنی،میرا حال سائیں اگے آکھنی   پریم دے دھاگے انتر لاگے،مولاں سیتی ماس نی
تج جنیندے بھولیے مائے جن کرلا ئیو پاپ نی   کہے حسین فقیر نمانا جان دا مولا آپ نی(۱۱)

برصغیر کے صوفی شعرا نے اپنے کلام کے ذریعے اتحاد و یگانگت کی فضا پیدا کی۔سب کو رواداراور غیر متعصب معاشرے میں جمع کیا جس سے غیر مسلم بھی متاثر ہوئے۔اس کا ایک فایدہ یہ بھی ہوا کہ لاکھوں لوگوں نے اسلام قبول کیا۔ ویدوں اور بدھ مت کے اثرات کے باوجود صوفیائے کرام کی شاعری نے برصغیر کے لوگوں کے بہت متاثر کیا۔

حضرت سلطان باہوؒ کی فارسی نظم ونثر میں 140 کتابوں کا ذکر ملتا ہے۔جن میں عین الفقر، کلمتہ التوحید،عقل بیدار، نور الھدیٰ،شمس العارفین اور مفتاح العاشقین بہت اہم ہیں۔لیکن ابیات باہو وہ کلام ہے جس نے برصغیر کے لوگوں پر دوررس اثرات مرتب کیے ہیں۔آپ کے ابیات علم وعرفان اور دانش وحکمت کے انمول موتی ہیں:

پڑھ پڑھ حافظ کرن تکبر ملاں کرن وڈیائی ہو   گلیاں دے وچ پھرن نمانے بغل کتاباں چائی ہو
جتھے ویکھن چنگا چوکھا اوتھے پڑھن کلام سوائی ہو   دوہیں جہانیں مٹھے باہو جنہاں کھادی ویچ کمائی ہو(۱۲)

سلطان العارفین حضرت سلطان باہو نے لالچی اور دنیا دار ملاؤں کو حقارت کی نگاہ سے دیکھا ہے۔جو لوگ علم پر تکبر کرتے ہیں اور لوگوں کو کتابیں دکھا دکھا کر مرعوب کرتے ہیں نیز جنھوں نے اللہ تعالیٰ کے کلام کو روزی کا ذریعہ بنالیا ہے،ایسے لوگ دونوں جہانوں میں اللہ تعالیٰ کے لطف وکرم سے محروم رہیں گے۔ابیات باہو نے برصغیر کے لوگوں پر جو اثرات مرتب کیے ان میں توحید الٰہی،عشق حقیقی دنیا کی بے ثباتی اور شعور ذات بہت اہم ہیں۔

سلطان باہو کے نزدیک ریاکاری سخت ناپسندیدہ ہے۔ظاہری عبادت کرنے والوں کے لیے بھی وعید ہے کہ ریاکار لوگ غلط فہمی میں مبتلا ہیں۔وہ کہتے ہیں کہ قلب کی صفائی، ریاضت اور عشق کی بدولت اللہ کا قرب حاصل ہوتا ہے۔یہ بیت دیکھیں:

باجھ حضوری نہیں منظوری توڑے پڑھن پے بانگ صلوٰتاں ہو
روزے نفل نماز گذارن توڑے جاگن ساریاں راتاں ہو
باجھ قلب حضور نہ ہووے توڑے کڈھن سئے زکوتاں ہو
باہو باجھ فنا رب حاصل ناہیں نہ تاثیر جماعتاں ہو(۱۳)

اس بیت میں جو پیغام ہے وہ برصغیر کے لوگوں کی زندگیوں میں بہت سی مثبت تبدیلیاں لایا۔ آپ کے کلام کے ذریعے لوگ متاثر ہوئے اور ایک دوسرے کے قریب آ گئے اور ایک روادار معاشرہ قائم ہوا۔سلطان العارفین سلطان باہو نے اپنے تن کے ساتھ ساتھ من میں جھانکنے کا پیغام دیا ہے کہ سچے جذبے کے ساتھ ساتھ ثابت قدمی سے ہی رب کی پہچان ہوتی ہے:

دل دریا سمندروں ڈونگھے کون دلاں دیاں جانے ہو
وچے بیڑے وچے جھیڑے وچے ونجھ مہانے ہو
چوداں طبق دلے دے اندر تمبو وانگن تانے ہو
جو دل دا محرم ہووے باہو سوئیو رب پچھانے ہو(۱۴)

دنیا کے بارے میں سلطان باہو کی سوچ دوسرے صوفی شعرا سے مختلف ہے۔وہ صرف ظاہری عبادت ہی کو پسند نہیں کرتے بل کہ اپنی نفسانی خواہشات کو ختم کرنے پر زور دیتے ہیں۔دنیا کی بے ثباتی سلطان باہو کے کلام کا اہم موضوع ہے۔ وہ دنیا کے ساتھ ریاکار لوگوں کو بھی حقارت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔سلطان باہو کے کلام کے ذریعے برصغیر کے لوگوں پر یہ اثر ہوا کہ وہ یہ سمجھنے لگے کہ جب تک جھوٹی دنیا سے چھٹکارا نہ حاصل کر لیا جائے اور بہشت کے لالچ کا خاتمہ نہ ہو تب تک اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل نہیں ہو سکتا۔

فرماتے ہیں:

نہ میں عالم نہ میں فاضل نہ مفتی نہ قاضی ہو   نہ دل میرا دوزخ منگے نہ شوق بہشتیں راضی ہو
نہ میں تریہے روزے رکھے نہ میں پاک نمازی ہو   باجھ وصال اللہ دے باہو دنیا کوڑی بازی ہو(۱۵)

سلطان باہو صوفی شعرا میں اس لیے بھی اہم ہیں کہ انھوں نے اپنے آفاقی کلام کے ذریعے لوگوں کے دلوں میں دنیا سے نفرت اور آخرت سے محبت پیدا کی۔آپ نے فرمایا ظاہری عبادات دکھانا فقیری نہیں بل کہ فقیر وہ ہے جس کے دل میں اللہ کی محبت ہو۔جس کے دل میں اللہ بستا ہو اور جس کے دل میں دنیا کا لالچ اور تکبر نہ ہو۔

بلھے شاہؒ اپنے دور کے بہت بڑے عالم تھے۔انھوں نے اپنے کلام کے ذریعے انقلاب برپا کیا اور اس کے اثرات واضح طور ظاہر ہوئے۔آپ کا کلام زبان زد عام ہے۔آپ نے اپنے دور میں کٹھ ملاں کے خلاف آواز اٹھائی۔بلھے شاہ اللہ تعالیٰ کی ذات کو کائنات کا محور سمجھتے ہیں۔وہ اللہ تعالیٰ کے عشق میں آگے نکل جاتے ہیں۔ان کو ہر چیز میں اللہ کا ظہور نظر آتا ہے۔یہ اشعار دیکھیں:

ملاں مینوں مار دا ای   ملاں مینوں مار دا ای
ملاں مینوں سبق پڑھایا   الفوں اگے کجھ نہ آیا
اوہ ب ای ب پکار دا ی   ملاں مینوں مار دا ای(۱۶)

بابا بلھے شاہ کا فلسفہ وحدت الوجود آج بھی برصغیر کے لوگوں کی زندگی میں نمایاں نظر آتا ہے۔ لوگ عشق الہٰی سے سرشار ہیں۔حقوق اللہ اور حقوق العباد کا خاص خیال رکھتے ہیں۔بلھے شاہ انسان کو کتابی علم کی بجائے حقیقی معرفت اور وجدان کے علم کے حصول پر زور دیتے ہیں کیوں کہ اگر انسان کو اللہ تعالیٰ کی حقیقت سمجھ آجائے تو اس کے سامنے پوری کائنات کے راز آشکار ہو جاتے ہیں۔آپ کا کلام سننے والے پر وجدانی اور روحانی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔آپ کی شاعری کے فکری محاسن کے کمال کی وجہ سے بابا بلھے شاہ لاکھوں دلوں کی دھڑکن ہیں۔مثلاً:

بلھے شاہ اساں مرنا ناہیں   گور پیا کوئی ہور(۱۷)

بلھے شاہ نے صوفیانہ شعری روایت جو بابا فرید سے شروع ہو کر شاہ حسین اور سلطان باہو سے ہوتی ہوئی ان تک پہنچی تھی، کو مزید مضبوط کیا اور بڑے زور دار انداز سے اپنے نظریے اور سوچ کو بیان کیا۔ وحدت الوجودی فلسفے کو کھول کر بیان کیا اور برصغیر کے لوگوں کو مل جل کر رہنے کی تلقین کی جس کے اثرات آج بھی دیکھے جا سکتے ہیں۔ فرماتے ہیں:

ہندو ناں نہیں مسلمان   بیہے ترنجن تج ابھمان
سنی ناں نہیں ہم شیعہ   صلح کل کا مارگ لیا(۱۸)

بلھے شاہ کے کلام کے کئی رخ اور زاویے ہیں۔ جس زاویے سے بھی آپ کی شاعری کا تجزیہ کیا جائے نت نئے معانی کے در وا ہوتے ہیں۔ یا یوں کہیے کہ بلھے شاہ کا کلام شیشے میں سجا ہوا ہے یا ایک ایسا گنبد ہے جس میں عکس در عکس معنی پھیلتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ بابا بلھے شاہ کے کلام میں ایسا فلسفہ بیان ہوا ہے جس میں نیک اعمال کی تلقین ہے۔ آپ اپنی کافیوں کے ذریعے انسان کو غفلت سے بیدار کر کے اپنے اعمال کی فکر کا درس دیتے ہیں۔ مثال کے طور پر اس کافی کے اشعار ملاحظہ ہوں:

کر کتن ول دھیان کڑے   جد گھر بیگانے جاویں گی
مڑ وت نہ اتھوں آویں گی   اتھے جا کے فیر پچھتاویں گی
کجھ اگدوں کر سمیان کڑے(۱۹)

ان اشعار کے ذریعے بابا بلھے شاہ نے برصغیر کے لوگوں کو جھنجھوڑا کہ یہ دنیا عارضی ہے اگر اس وقت تم نے آخرت کی فکر نہ کی اور نیک کام نہ کیے اور انسانیت کی فلاح و بہبود کے لئے کچھ نہ کیا تو بعد میں پچھتاؤ گے۔ گویا صوفی ہمیشہ گناہ سے بچنے کی تلقین کرتا ہے۔ اس کے قول و فعل میں تضاد نہیں ہوتا۔

برصغیر کے صوفی شعرا کے کلام کا بنیادی نکتہ توحید ہے۔ ہر صوفی اپنے کلام کی ابتدا اللہ تعالیٰ کے بابرکت نام سے کرتا ہے۔

مثال کے طور پر میاں محمد بخشؒ کا نمونہ کلام دیکھئے:

اول حمد ثنا الٰہی، جو مالک ہر ہر دا اس دا نام چتارن والا، ہر میدان نہ ہر دا
جو جو رزق کسے دا کیتوس، لکھیا کدی نہ ٹالے لکھ کروڑ تکے برائیاں، پھر بھی اوویں پالے (۴۰)

ان اشعار میں میاں محمد بخشؒ نے انسان کو خالق کائنات، مالک کائنات اور رازق کائنات کی یاد دلائی ہے کہ وہی ایک رب برائیاں دیکھنے کے باوجود رزق دیتا رہتا ہے:

خاک ہویا نوں دوجی واری مڑ کے زندہ کرسی وچ میدان قیامت والے ہر کوئی لیکھا بھرسی (۴۱)

یہ شعر قیامت کے دن کی اہمیت کو اجاگر کرتا ہے کہ حشر کے دن ہر کوئی اپنے اعمال کا حساب دے گا۔ گویا صوفیا کی تعلیمات نے انسان کو گناہ کرنے سے پہلے سوچنے کی تلقین کی ہے۔ دنیا کے عارضی ہونے، نیک اعمال کی جزا اور برے اعمال کی سزا کی طرف توجہ مبذول کرائی ہے:

دشمن مرے تے خوشی نہ کریے، سجناں وی مر جانا ڈیگر تے دن گیا محمد، اوڑک نوں ڈب جانا

تصوف میں دنیا کی بے ثباتی ایک اہم موضوع ہے۔ میاں محمد بخشؒ نے زندگی کا گہرا مشاہدہ کیا۔ آپ کی شاعری پڑھ کر یہ احساس ہوتا ہے کہ آپ نے زندگی کو بہت قریب سے دیکھا ہے اور اپنی شاعری میں تشبیہات اور استعارے کا انتخاب کرتے وقت اس مشاہدے کو پیش نظر رکھا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ میاں محمد بخشؒ کا کلام ہر خاص و عام کی زبان پر ہے:

خاصاں دی گل عاماں اگے نہیں مناسب کرنی مٹھی کھیر پکا محمد کتیاں اگے دھرنی

میاں محمد کہتے ہیں کہ نا سمجھ لوگوں کے سامنے خاص لوگوں کی باتیں کرنا ایسے ہی ہے جیسے میٹھی کھیر پکا کر کتوں کے سامنے رکھنا۔ آپ نے برصغیر کے لوگوں کو اپنی شاعری کے ذریعے محبت اخوت بھائی چارے کا درس دیا۔

خواجہ فریدؒ کی شاعری کے کئی رنگ ہیں۔ ایک رنگ وہ ہے جس میں تصوف، مسلک طریقت، رشد و ہدایت، انسان دوستی اور اخلاق کا انمول خزانہ موجود ہے۔ اس کو حقیقت کا رنگ بھی کہا جا سکتا ہے اور اسی بنا پر خواجہ صاحب کو صوفی شاعر تسلیم کیا گیا۔ (۴۲)

خواجہ فرید کی کافیاں بہت مقبول ہیں۔ ان کے کلام نے ایک زمانے کو متاثر کیا ہے۔ برصغیر میں ان کی شاعری تحریر کے ساتھ ساتھ موسیقی کے ساتھ بھی سنی جاتی ہے۔ خواجہ فرید کی شاعری میں ابن عربی کے فلسفہ، وحدت الوجود کو اہم مقام حاصل ہے۔ انھوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ عشق کو لازم قرار دیا ہے۔ برصغیر کے لوگ آج بھی عشق الٰہی کے جذبے سے سرشار ہیں۔ یہ اشعار ملاحظہ ہوں:

نحن اقرب راز انوکھا وھو معکم ملیا ہو کا
سمجھ سجانو عالم لوکا ہر روپ میں عین نظارا (۲۳)

قرآن مجید کی پوری آیت یوں ہے نحن اقرب الیہ من حبل الورید جس کے معنی ہیں ہم انسان کی شہ رگ سے بھی زیادہ نزدیک ہیں۔ فرماتے ہیں نحن اقرب کا راز عجیب ہے اور وھو معکم کی منادی بھی ہو چکی ہے۔ اے دنیا کے لوگو! اس بات کو اچھی طرح سمجھ لو اور پہچان لو کہ ہر صورت میں عین اسی (اللہ) کا جلوہ ہے۔ ان اشعار کے اثرات آج بھی ہمیں نظر آتے ہیں:

تھیواں صدقے صدقے آیا شہر مدینہ
عرب دی ساری دھرتی سوہنی صاف نگینہ (۲۴)

اس نعت سے دلوں کو سرور حاصل ہوتا ہے اور برصغیر کے لوگ عشق رسول ﷺ کے جذبے سے سرشار ہیں۔ اس لیے صوفیا کے کلام پر مبنی یہاں حمد و نعت کی محافل برپا ہوتی رہتی ہیں۔

برصغیر میں صوفیانہ شاعری بابا فرید سے شروع ہوئی اور خواجہ فرید اس سلسلے کے آخری شاعر ہیں۔ خواجہ فرید کی شاعری کے تین موضوعات ہیں: عشق، تصوف اور قدرتی مناظر۔ آپ کی شاعری نے ایک زمانے کو متاثر کیا۔ خواجہ فرید کا زمانہ انگریز حکومت کا ہے۔ آپ نے انگریز کے خلاف آواز اٹھائی۔ برصغیر کے لوگوں کو آزادی حاصل کرنے کا درس دیا۔ آپ نے نواب آف بہاول پور کو مخاطب کیا:

صبح صادق صاحبی مانے پا سہرے گانے گہنے
سجوں پھلوں سیج سہائوں اپنے ملک کوں آپ وساتوں
پُٹ انگریزی تھانے (۲۵)

ان اشعار نے برصغیر کے لوگوں پر بہت اثر کیا۔وہ انگریز حکومت ختم کرنے پر نہ صرف تیار ہوئے بل کہ بالآخر آزادی حاصل کرنے میں کامیاب بھی ہوئے۔یوں کہا جا سکتا ہے کہ وطن عزیز پاکستان کا قیام دراصل صوفیا کی فکری کاوشوں کا مرہون منت ہے۔

☆☆☆☆☆

حوالہ جات

(۱)محمود شیرانی حافظ، پنجاب میں اردو، لاہور اشرف پریس، طبع چہارم ۱۹۷۴ء ص ۷

(۲) عبدالحق مولوی، اردو کی ابتدائی نشوونما میں صوفیائے کرام کا کام،وکٹوریہ ص۱۱

(۳) مسعود حسن شہاب، بہاولپور اردو اکیڈمی طبع اول ۱۹۶۷ء ص ۳۷۶

(۴) قدوسی اعجاز الحق، تاریخ سندھ، لاہور مرکزی اردو بورڈ، ص ۳۵۶

(۵) اشلوک فریدی، مولفہ منشی جیٹھی رام لاہور، ۱۹۴۷ء ص۱۱۴

(۶)ایضاً: ص۷۷ (۷) ایضاً: ص ۴۱

(۸) کلام شاہ حسین، ناشر سنبل سرفراز لاہور، مکتبہ الفتوح س ن، ص ۹

(۱۹)ایضاً: ص۳۴ (۱۰)ایضاً: ۵۶ (۱۱)ایضاً: ص ۲۳

(۱۲) سلطان باہو ابیات چودھری محمد افضل مرتب لاہور، ۱۹۶۵ء ص۳۰

(۱۳) ایضاً: ص۲۸ (۱۴) ایضاً: ص۴۵ (۱۵)ایضاً: ص۸۴

(۱۶) بلھے شاہ کلیات لاہور، الفیصل ناشر س ن، ص ۴۷۹

(۱۷)ایضاً: ص ۳۰۱ (۱۸) ایضاً: ص ۱۵۳ (۱۹)ایضاً: ص۴۲۶

(۲۰) محمد بخش میاں، سفر العشق / سیف الملوک و بدیع الجمال لاہور، شیخ غلام حسین اینڈ سنز س ن، ص ۲

(۲۱) ایضا ـ ص ۲

(۲۲) روبینہ ترین ڈاکٹر، ملتان کی ادبی و تہذیبی زندگی میں صوفیائے کرام کا حصہ، ملتان بیکن بکس، ۲۰۱۱ء ص ۴۱۹

(۲۳) ایضا: ص ۲۱

(۲۴) دیوان فرید / ملتان، عزیز الرحمن، جھوک پبلشرز، ۲۰۱۰ء ص ۴۹۸

(۲۵) ایضا: ص ۲۹ ے

❁❁❁